جلد ۷۸ دسمبر ۱۹۹۴ء شمارہ ۔ ۵

اس شمارے میں

ناشر: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو ایس اے

پتہ: ۱۳۱۵ کنگز گیٹ روڈ، کولمبس، اوہائیو ۱۵۰۴-۴۳۲۲۱ (یو ایس اے)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

"پس تم یاد رکھو کے بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آ سکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے۔ مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک تم جب کہ تمہیں یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہو گا۔ گناہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہ آتش افشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسانی کو معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ تم اس کے مقابل پر نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو یا صدق و صفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔

اے لوگو جو نیکی اور راستبازی کیلئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اس وقت تم میں پیدا ہو گی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔ شائد تم کہو گے کہ ہمیں یقین حاصل ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ تمہیں دھوکا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہیں آتے۔ تم ایسا قدم آگے نہیں اٹھاتے جو اٹھانا چاہئے۔ تم ایسے طور سے نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہئے۔ خود سوچ لو کہ جسکو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے، وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جس کو یقین ہے کہ اس کے کھانے میں زہر ہے وہ اس کھانے کو کب کھاتا ہے۔ اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اس کا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اس بن کیطرف اٹھ سکتا ہے۔ سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین ہے۔ گناہ یقین پر غالب نہیں ہو سکتا اور جبکہ تم ایک بھسم کرنے اور کھا جانیوالی آگ کو دیکھ رہے ہو تو کیونکر اس آگ میں آپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں شیطان ان پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہو وہ یقین سے پاک ہو۔

جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر ان کی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھچا جاتا ہے اور اس کا حسن اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سراسر ردی دکھائی دیتی ہیں۔ اور انسان اسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جب کہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے۔ ہر ایک بیباکی کی جڑ بے خبری ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہیں رہ سکتا۔ اگر گھر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پر زور سیلاب نے اس کے گھر کی طرف رخ کیا ہے اور یا اس کے گھر کے اردگرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گھر میں ٹھہر نہیں سکتا۔ تو پھر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعویٰ کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتوں پر ٹھہر رہے ہو۔ سو تم آنکھیں کھولو اور خدا کے اس قانون کو دیکھو جو تمام دنیا میں پایا جاتا ہے۔ چوہے مت بنو جو نیچے کی طرح جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے۔ موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے۔ مگر تم اس نعمت کو کیونکر پا سکو۔ اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے

مانگی جاتی ہے سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کرلیا کرو تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔۔۔

"متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں۔ مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔

جو شخص سچے طور پر میری پیروی کرتا ہے اور کوئی خیانت اس کے اندر نہیں اور نہ کسل اور نہ غفلت ہے اور نہ نیکی کے ساتھ بدی کو جمع رکھتا ہے وہ بچایا جائیگا۔ لیکن وہ جو اس راہ میں سست قدم سے چلتا ہے اور تقویٰ کے راہوں میں پورے طور پر قدم نہیں مارتا یا دنیا پر گرا ہوا ہے وہ اپنے تئیں امتحان میں ڈالتا ہے۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اسکے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔

عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کیلئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئیگا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں وہ روپیہ لگاوے اور بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے کیونکہ یہ انعام ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو روح القدس کی تجلی ہوتی تھی وہ ہر ایک تجلی سے بڑھ کر ہے۔ روح القدس کبھی کسی نبی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا۔ اور کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر ظاہر ہوا اور کسی پر کچھ یا مچھ کی شکل پر ظاہر ہوا۔ اور انسان کی شکل کا وقت نہ آیا جب تک انسان کامل یعنی ہمارا نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو روح القدس بھی آپؐ پر بوجہ کامل انسان ہونے کے انسان کی شکل پر ہی ظاہر ہوا اور چونکہ روح القدس کی قوی تجلی تھی جس نے زمین سے لے کر آسمان کا افق بھر دیا تھا اس لئے قرآنی تعلیم شرک سے محفوظ رہی۔ لیکن چونکہ عیسائی مذہب کے پیشوا پر روح القدس نہایت کمزور شکل میں ظاہر ہوا تھا یعنی کبوتر کی شکل پر۔ اس لئے ناپاک روح یعنی شیطان اس مذہب پر فتح یاب ہوگیا اور اس نے اپنی عظمت اور قوت اس قدر دکھلائی کہ ایک عظیم الشان اژدہا کی طرح حملہ آور ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے عیسائیت کی ضلالت کو دنیا کی سب ضلالتوں سے اول درجہ پر شمار کیا ہے اور فرمایا کہ قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں کہ زمین پر یہ ایک بڑا گناہ کیا گیا کہ انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا۔

اور قرآن سے ظاہر ہے کہ جب سے کہ دنیا ہوئی مخلوق پرستی اور دجل کے طریقوں پر ایسا زور کبھی نہیں دیا گیا۔ اسی وجہ سے مباہلہ کے لئے بھی عیسائی ہی بلائے گئے تھے نہ کوئی اور مشرک۔ اور یہ جو روح القدس پہلے اس سے پرندوں یا حیوانوں کی شکل پر ظاہر ہوتا رہا اس میں کیا نکتہ تھا سمجھنے والا خود سمجھ لے۔ اور اس قدر ہم کہہ دیتے ہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارے نبی صلعم کی انسانیت اس قدر زبردست ہے کہ روح القدس کو بھی انسانیت کی طرف کھینچ لائی۔ پس تم ایسے برگزیدہ نبیؐ کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو۔ تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو۔ اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو خدا تمہاری مدد کرے۔

اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے"۔

(کشتی نوح، ص ص ۶۱ تا ۶۳، ۶۳ تا ۶۷)

اخبار کا تراشہ

مذہبی تشدد اور جھوٹا سیکولرازم

لاہور (نیوز رپورٹر سے) سینٹ کے رکن جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال نے کہا ہے ہمارے سیاست دان سمجھوتہ بازی کے عادی نہیں۔ تشدد مذہبیت کے فروغ نے عوام پر خوف طاری کر دیا ہے۔ مذہبی تشدد اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ جھوٹا سیکولرازم۔ قائداعظم منافقانہ نہیں حقیقی سیکولرازم چاہتے تھے۔ حکمران نہ جانے کیوں ۳ فیصد آبادی کے نمائندے "مولوی" سے اتنا ڈرتے ہیں حالانکہ قائداعظم نے جن تین چیزوں سے محتاط رہنے کا کہا تھا ان میں برطانوی سامراج، ہندو بالادستی اور تیسرے "مولوی" تھے۔ انہوں نے کہا پاکستان میں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق دینا ہوں گے ورنہ یہ پاکستان سے غداری ہے۔ قائداعظم نے جداگانہ طرز انتخابات کو ملک کیلئے نقصان دہ قرار دیا تھا۔ جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے زیر اہتمام ۱۴ اگست کے سلسلے میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا سیاست دان اقتدار کیلئے موقع پرستی کا شکار ہو چکے ہیں۔ سینٹ میں مولوی سمیع الحق کے پیش کردہ شریعت بل کی حکومتی ارکان نے تو مخالفت کی لیکن محرک کے بڑے بڑے ساتھی بھی رائے شماری سے قبل آہستہ آہستہ ایوان سے کھسکنے لگے۔ دیگر جغادری سیاست دانوں نے رائے کا اظہار نہیں کیا۔ میں اکیلا بیوقوف تھا جو اپوزیشن میں ہوتے ہوئے بھی بل کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے کہا ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر الیکشن میں عوام نے مذہبی سیاسی جماعتوں کو مسترد کیا لیکن پھر بھی بڑی سیاسی پارٹیاں ان مولویوں سے کمپرومائز کر لیتی ہیں۔ ۷۰ء میں مولویوں کو مغربی پاکستان میں ۳ سیٹیں ملیں۔ اس کے باوجود ۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ یہ بڑی زیادتی تھی۔ کس کے کہنے پر ایسا کیا گیا حالانکہ قائداعظم کے وزیر خارجہ اور وزیر قانون غیر مسلم تھے۔ انہوں نے کہا آج ملک میں سیاسی محاذ آرائی عروج پر ہے اگر تشدد مذہبیت کو مزید فروغ دیا گیا تو ملک کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ ہمیں جناح ازم کی طرف واپس جانا ہو گا۔ انہوں نے کہا سیکولرازم کے نام نہاد علمبردار بھارت، امریکہ اور یورپ میں بھی اس کی آڑ میں مذہب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے عابد حسن منٹو نے کہا پیپلز پارٹی جمہوریت کی سیاست پر یقین رکھتی ہے تو پھر انہیں کیا ضرورت ہے کہ خارجہ امور کی کمیٹی کا چیئرمین مولوی کو بنا دیا اسے کیا پتہ کہ خارجہ امور کیا ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا ڈاکٹر تسلیمہ نسرین کو دوسرے ملک میں پناہ لینے کا مجھے افسوس ہوا لیکن اس بات کی خوشی ہوئی کہ وہ کسی رجعت پسند مولوی کی گولی کا شکار نہیں ہوئیں۔ پروفیسر ڈاکٹر مہدی حسن نے کہا ۱۷ اگست کو بہاولپور کا حادثہ خدا کا انعام تھا۔ اگر اب نہ ہوتا تو یہ امر یقینی تھا کہ قائداعظم کی تصویر پر داڑھی بنا دی جاتی اور ان کے نام سے پہلے مولانا لگا دیا جاتا۔ نثار عثمانی نے کہا عوام اسلام کے نہیں ملائیت کے خلاف ہیں۔ اسلام اور ملائیت میں وہی فرق ہے جو کنجوسی اور کفایت شعاری میں ہے۔ سابق رکن صوبائی اسمبلی فضل حسین راہی نے کہا مولوی دنیا میں ہی جنت اور دوزخ کا ٹکٹ بیچنا چاہتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسولؐ تو ہمیں معاف کر دیتے ہیں مولوی معاف نہیں کرتا۔ تقریب سے حنا جیلانی، ڈاکٹر چارلس احمد علی، الطاف بلوچ اور سائیں اختر نے بھی خطاب کیا۔ دریں اثناء وائس آف جرمنی کو ایک انٹرویو میں سینیٹر جاوید اقبال نے کہا کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستان کے بارے میں جس اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا تھا وہ اس قسم کا نہیں تھا جو کہ ہمارا ملا پیش کرتا ہے یعنی یہ مملکت نہ تو سنی اور نہ ہی شیعہ اسلام کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ فرقہ واریت کے رجحان میں اضافے کے سوال پر وائس آف جرمنی کو انٹرویو دیتے ہوئے سینیٹر جاوید اقبال نے کہا یہ رویہ ملک کیلئے خطرناک ہے۔ سینیٹر جاوید اقبال نے کہا ہمارے سیاست دانوں نے ایک خاص سطح پر اس قسم کی تشدد پسند مذہبی جماعتوں کو خود اکسایا ہے۔ انہوں نے مثال دی کہ جب خواجہ ناظم الدین کی حکومت کو گرانا مقصود تھا تو پنجاب میں قادیانیوں کے خلاف تحریک چلائی گئی اور اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں نظام مصطفیٰؐ کی تحریک چلی تو انہوں نے سب سے پہلے بھٹو صاحب سے قادیانی جماعت کو غیر مسلم قرار دلوایا۔ پھر اس کے باوجود کہ انہوں نے جمعہ کی چھٹی کی، ریس کو بند کیا، شراب کو بند کیا یعنی جو اسلامائزیشن بھٹو صاحب نے کی تو نظام مصطفیٰؐ کے حامیوں نے اس کو بھی اسلام نہ سمجھا بلکہ وہ تو بھٹو کا سر چاہتے تھے اور اس کے بعد جب ضیاء الحق کا دور آیا تو انہوں نے یقیناً اسلام کو سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کیا۔ انہوں نے کہا تشدد مذہبیت صرف اقلیتوں کا مسئلہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے فرقے بھی ایک دوسرے سے خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں"۔ (روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۳ اگست ۱۹۹۴)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اصلاحی کارنامے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران 3:31)۔ ترجمہ: کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے۔

پھر فرمایا فاذا نفخ فی الصور فلاانساب بینھم یومئذ۔ (المومنون 23:101)۔ سوجب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان میں رشتہ داریاں نہ رہیں گی۔

پھر فرمایا وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (النور 24:55)۔ ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا۔

پھر فرمایا تلک ایت اللہ نتلوھا علیک بالحق فبای حدیث بعد اللہ وایتہ یومنون ○ (الجاثیہ۔ 45:6) ترجمہ: یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

پھر فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الحجرات۔ 49:13)۔ ترجمہ: تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے پرہیز گار ہے۔

حضرت مرزا صاحب مجدد صدی چہار دہم اور مسیح موعود ہونے کے ساتھ ساتھ حکم اور عدل بھی تھے جیسا کہ بخاری کی حدیث شریف میں آیا ہے۔ والذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر (کتاب الانبیا۔ باب نزول عیسیٰ)، ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہو۔ حکم و عدل ہو کر اور صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ مسیح موعود نے اسلام کے مختلف فرقوں کے باہمی تنازعات کا عدل یعنی قرآن و حدیث کے مطابق انصاف سے فیصلہ دینا ہے۔ ایسے فیصلوں کی کچھ مثالیں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے مجدد اعظم حصہ سوم (ص ص ۸۸ تا ۹۹) میں "حکم اور عدل کے فرائض کو پورا کیا" کے عنوان کے ماتحت دیں ہیں۔ خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ شیعہ سنی تنازعے کا فیصلہ

نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد اگرچہ صحابہ کرامؓ کے اجماع سے حضرت ابو بکرؓ خلیفۃ الرسول چنے گئے اور بعد میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت پر بھی مسلمان اکٹھے رہے۔ لیکن اس کے بعد حضرت علیؓ کے وقت جھگڑا پیدا ہو گیا اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔ اول شیعان علی یا فقط شیعہ جو فقط حضرت علیؓ کو خلیفہ برحق مانتے تھے اور ان کے سوا پہلے تین خلفا۔ اور بیشتر صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کے منکر تھے۔ دوم خوارج جو حضرت علیؓ کے مخالف تھے۔ سوم اہل سنت و الجماعت جو تمام خلفا۔ تمام صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کو خدا کے برگزیدہ مانتے تھے۔

شیعہ سنی جھگڑے میں علمائے اہل سنت نے شیعہ مذہب کا بڑی کثرت سے رد کیا ہے اور بڑی کامیابی سے کیا ہے مگر ان کی بنا روایات پر زیادہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے یہی کام محض قرآن شریف کی آیات کی رو سے کیا۔ آپ نے اپنی کتاب "سرالخلافہ" میں فرمایا کہ کسی خلافت کی سچائی کا معیار قرآن کریم سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے آیت استخلاف پیش کی یعنی سورہ النور آیت نمبر 55 ۔ یہ آیت

شروع میں درج کی گئی ہے۔ ترجمہ : "اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاں مسلمانوں کے ساتھ خلافت کا وعدہ کیا ہے وہاں خلافت حقہ کے بدیہی نشان یہ بتائے ہیں : ایک تمکین دین اور دوسرے خوف کو امن سے بدل دینا۔ یہ نشان جس طرح حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں پورے ہوتے کسی دوسرے خلیفہ کے زمانے میں نہیں ہوتے۔ نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد مختلف مدعیان نبوت اور عرب میں بغاوت کی وجہ سے اسلام پر سخت ضعف کی حالت وارد ہو گئی۔ بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے ذریعے اسلام کا یہ ضعف تمکین سے اور مسلمانوں کا خوف امن سے جس طرح مبدل ہوا وہ اسلام کی تاریخ میں بے نظیر ہے۔ پس قرآنی معیار پر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت جس طرح سے پوری اترتی ہے اور کسی کی نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحب نے سورہ الحجرات کی آیت نمبر 13 اور سورہ المومنون کی آیت نمبر 101 پیش کیں جن کا ترجمہ یہ ہے : (۱) "تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے پرہیز گار ہے"۔ (۲) "سو جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان میں رشتہ داریاں نہ رہیں گی"۔ اس سے آپ نے استدلال کیا کہ خلافت کے لئے رشتہ داری کوئی معیار نہیں اگر رشتہ داری کوئی فائدہ دے سکتی تو حضرت نوحؑ اور حضرت سلیمانؑ کے بیٹوں اور حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کو کیوں فائدہ نہ دیا۔ غرض آپ نے فیصلہ دیا کہ شیعہ غلطی پر ہیں اور اہل سنت والجماعت صحیح طریق پر ہیں۔

۲۔ اہل سنت والجماعت میں قرآن، حدیث اور فقہ کے مدارج میں اختلاف کا فیصلہ

نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد اسلام تیزی سے پھیلتا گیا۔ قرآن شریف تو سب جگہ ایک تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہوا تھا اور اس کے لئے نبی کریم صلعم نے لکھوانے اور زبانی یاد کروانے کا خاص اہتمام کیا ہوا تھا۔ لیکن نبی کریم صلعم کی احادیث کا اس طرح کا انتظام نہ تھا۔ چھاپہ خانہ بھی نہ تھا۔ احادیث زیادہ تر زبانی روایات سے لوگوں تک پہنچیں تھیں اور کسی جگہ کوئی حدیث پہنچی اور کوئی نہ پہنچی۔ نئے نئے مسائل تو پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ فقہی مسائل میں اختلاف پیدا ہونے لگا۔ اگرچہ قرآن و حدیث سے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مسائل کا حل نکالنا جسے اجتہاد کرنا کہتے ہیں صحابہؓ کرام کے وقت ہی سے شروع ہو چکا تھا اور اس میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کا مقام بہت بلند تھا لیکن بعد کے زمانے میں بہت سے فقہا پیدا ہو گئے۔ ان میں سے چار اشخاص فقاہت اور اجتہاد کے امام تسلیم کئے گئے ہیں۔ یہ تھے امام مالک۔ امام ابو حنیفہ۔ اما شافعی اور امام احمد بن حنبل۔ عام لوگ اتنی قابلیت نہیں رکھتے کہ ہر مسئلہ کا خود حل نکالیں اس لئے وہ کسی نہ کسی قابل انسان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے مسلمان بالعموم ان چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی کے پیچھے لگ گئے اور ان کے فقہوں کو قبول کر لیا۔ اس تقلید کی وجہ سے یہ لوگ مقلدین کہلائے۔ اہل تحقیق نے اس کورانہ تقلید کو اچھی نظر سے نہ دیکھا۔ ان کا کہنا تھا کہ نبوت کا دروازہ تو بند ہو گیا اور شریعت کمال کو پہنچ گئی لیکن ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں نئے نئے واقعات اور نئے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں اس لئے اجتہاد کا دروازہ کیسے بند ہو سکتا ہے۔ پھر کتابت و طباعت کی ترقی سے کتب دینیہ کی اشاعت اس کثرت سے ہوئی کہ ان محققین کو ایسی احادیث صحیحہ بھی مل گئیں جو ان اجتہاد کے اماموں کے فیصلوں سے مختلف تھیں۔ پس انہوں نے اماموں کے اجتہادات پر احادیث کی پیروی کو مقدم کیا اور اجتہاد شخصی کو ترک کر دیا۔ یہ لوگ غیر مقلد یا اہل حدیث کہلائے۔ برا ہو غلو کا یہ کہیں پیچھا نہیں چھوڑتا۔ ائمہ مجتہدین کے صاف اقوال موجود ہونے کے باوجود

کہ حدیث صحیح کے سامنے ہمارے اقوال کو ترک کر دو ان کے مقلدین میں یہ غلو رائج ہو گیا کہ "این حدیث صحیح است اما مذہب ما این نیست" یعنی یہ حدیث تو صحیح ہے مگر ہمارا مذہب یہ نہیں۔ ان کے بالمقابل اہل حدیث کا یہ مسلک تھا کہ وہ ائمہ مجتہدین کے اقوال پر حدیث کو مقدم کرتے تھے اور یہ مسلک صحیح تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ ان میں بھی غلو پیدا ہو گیا اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی آیت پر بھی حدیث کو مقدم کرنے لگے یعنی اگر کہیں آیات قرآنی اور احادیث میں تضاد نظر آیا وہاں بجائے اس کے کہ احادیث کی وہ تاویل کریں جو قرآن سے تطبیق کھائے یا اگر تاویل نہ ہو سکے تو اسے ترک کر دیں وہ حدیث کو مقدم اور قرآنی آیت کو منسوخ قرار دینے لگے۔ ان کے رد عمل کے طور پر حضرت مرزا صاحب کے زمانے میں مولوی محمد عبداللہ صاحب چکڑالوی نے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے تھے پھر اہل الذکر کہنے لگے۔ پھر امت مسلمہ کہنے لگے اور عام طور پر چکڑالوی مشہور ہوئے۔ ان لوگوں نے نعوذ باللہ تمام احادیث صحیحہ کو جھوٹ کا طومار قرار دے کر سب کو رد کر دیا اور خود ہر ایک مسئلہ کو قرآن کریم سے نکالنے لگے۔ ان کا عقیدہ اہل حدیث پر بڑی زبردست چوٹ تھی۔ ان دونوں گروہوں کا آپس میں تصادم ناگزیر تھا۔ یہ اس مباحثہ کی صورت میں ظاہر ہوا جو چکڑالوی فرقہ کے بانی مولوی محمد عبداللہ صاحب اور اہل حدیث فرقہ کے چوٹی کے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میں ہوا۔ اس مباحثہ پر حضرت مرزا صاحب نے ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو اپنا محاکمہ شائع فرمایا جو بجائے خود ایک شاہکار ہے۔ سارے کا سارا پڑھنے کے قابل ہے۔ یہاں کہیں کہیں سے حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ نقل کر کے خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مولوی عبداللہ صاحب احادیث نبویہ کو محض ردی کی طرح خیال کرتے ہیں --- مولوی محمد حسین صاحب نے ان کے مقابل یہ حجت پیش کی تھی --- احکام قرآنی کی تفاصیل کا پتہ حدیث کے ذریعہ ہی ملتا ہے --- محض قرآن کی رو سے اس پر کیا دلیل ہے کہ فریضہ صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور باقی تین نمازیں چار چار رکعت ہیں۔ یہ اعتراض ایک زبردست پیرایہ میں ہے گو اپنے اندر ایک غلطی رکھتا ہے --- فریق اول یعنی مولوی محمد حسین صاحب حفظ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے۔ حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی ہے --- اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے: "خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے"۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو۔ اور اس لفظ حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے --- اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے جن کے بیان کردہ قصے قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے --- یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار کر رکھی ہے اور ان کے مخالف مولوی محمد عبداللہ نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے اور آنجناب کے عملی نمونوں کی دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ۔ پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے --- اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیوں کہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسرے حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے --- ایسی تقریر سے بے شک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جبکہ حدیثیں --- انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں --- اور ظنی

ہیں۔۔۔ اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک تودہ انبار ہے۔۔۔ اوز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیا یعنی ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں۔۔۔ پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے۔ گویا دونوں ہاتھ سے گئے۔ یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔ اور صراط مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں۔

(1) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں۔ وہ خدا کا کلام ہے اور شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

(2) دوسری سنت ہے اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل۔

(3) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد مختلف راویوں کے ذریعہ سے جمع کئے گئے۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے۔۔۔ جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت متواترہ بھی یقینی ہے۔۔۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ۔ اور باقی نمازوں کے لئے یہ رکعات ہیں۔۔۔ لیکن حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔۔۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کو جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔۔۔ اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی۔ بااین ہمہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں۔ بلکہ ان حدیثوں کو لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔۔۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود نہ بھی ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا۔ کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کر دیا۔ گویا اسلام نور علی نور ہو گیا۔ اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں۔۔۔"

آخر میں حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو جو حکم دیا ہے وہ بھی سن لیجیئے: "ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں۔ اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کر لیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں"۔

۳۔ متکلمین اسلام کے اختلاف کا فیصلہ

۳۔ متکلمین اسلام کے اختلاف کا فیصلہ

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ پر حکمت کلام تھا۔ اس کے ذریعے نبی کریم صلعم نے صحابہ کرامؓ کی جو جماعت تیار کی وہ دنیا کی معلم بن گئی۔ اس کارنامے کے سرانجام دینے میں نبی کریم صلعم انبیاء کرام کے اندر ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا نبی کریم صلعم کے بعد دل و دماغ میں انوار نبوت کی روشنی ہلکی پڑتی گئی اور معرفت الٰہی میں کمزوری اور روحانی اور مذہبی مسائل میں فلسفہ اور دیگر علوم دنیوی کی ظلمت کا اثر اپنا رنگ دکھانے لگا۔ چنانچہ علمائے اسلام اور ائمہ دین کو ضرورت پیش آئی کہ دین کو ایسے دلائل سے پیش کیا جائے جس سے فلسفہ کے اعتراضات اور وساوس رد ہو جائیں۔ اس خدمت کے سرانجام دینے پر جو بزرگ کمربستہ ہو گئے انہیں متکلمین کہا جانے لگا۔ یہ کئی گروہوں میں بٹ گئے جن میں سے تین کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ (۱) حنابلہ۔ یہ وہ لوگ تھے جو مذہب کے معاملے میں ظاہر الفاظ سے پھرنا یا ان کی کوئی تاویل کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہ سمجھتے تھے۔ (۲) معتزلہ۔ یہ حنابلہ کی ضد تھے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے فلسفہ اور اپنے مبلغ علم و دائرہ عقل کو اس قدر اہمیت دی کہ ہر ایک مذہبی اور روحانی مسئلہ کو یونانی فلسفہ اور اپنے مبلغ علم پر ماپنے کی کوشش کی اور جو مسئلہ اس معیار پر پورا نہ اترے اس کی تاویل کی جو بعض اوقات مذہب کی اصل شکل ہی بگاڑ دیتی تھی۔ (۳) اشاعرہ۔ انہوں نے کچھ اصول وضع کئے جن سے پہلے دو گروہوں کی کچھ اصلاح ہوئی اگرچہ بہت سی غلطیاں باقی رہ گئیں۔

حضرت مرزا صاحب کا زمانہ مغربی فلسفے اور سائنس کا زمانہ تھا۔ اس نئی صورت حال کے مقابلے میں حضرت مرزا صاحب نے اپنا نیا علم کلام پیدا کیا۔ آپ کسی پرانے علم کلام کے پابند نہ تھے۔ اپنے علم کلام کی بنیاد آپ نے قرآن شریف پر رکھی اور معتزلیوں اور نیچریوں کے اصولوں کا نہایت زور سے رد کیا۔ سورہ ذاریات کی آیات نمبر 10 اور 11 کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "اٹکلیں دوڑانے والے مارے گئے۔ جو جہالت میں بھولے ہو گئے ہیں"۔ ان آیات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات، اس کے علم، اس کی قدرت کے متعلق اٹکلیں دوڑانا اور اپنی صفات وغیرہ پر قیاس کرنا انسان کے لئے نہایت غیر معقول حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں صحیح علم وہی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ خود اپنی جناب سے وحی کے ذریعے انسان کو بخشے۔ انسان کا محدود علم اور محدود عقل اس لامحدود ہستی کی ذات اور صفات کو خود شناخت نہیں کر سکتے۔ عقل اور فلسفہ ہمیں صرف یہیں تک رہبری کر سکتے ہیں کہ اس کائنات کا کوئی خالق اور مالک ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتے کہ واقعی وہ ہے بھی۔ اس بات کا قطعی علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات خود کسی قلب پر تجلی فرما کر اسے انا الموجود (یعنی میں موجود ہوں) کہہ کر ہی دے سکتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر کسی کمرے کے دروازے اندر سے بند ہوں تو دلیل کے رنگ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کمرہ میں کوئی ہونا چاہیئے جس نے اندر سے دروازہ بند کر رکھا ہے۔ لیکن یہ کہ اندر کوئی ضرور ہے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اندر والا آواز نہ دے کہ میں ہوں۔ پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہستی اور اپنی صفات اور افعال اور سنن الٰہیہ کے بارے میں خود انسان کو علم عطا کرے۔ یہیں سے انبیاء و رسل اور وحی الٰہی کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ بغیر نبوت معرفت الٰہی نصیب نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے جب اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا تو سب سے پہلے "براہین احمدیہ" میں قرآن مجید اور محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے منجانب اللہ ہونے پر دلائل عقلی و نقلی وحالی تحریر فرمائے تاکہ اپنے علم کلام کی بنیاد آپ نے جس کتاب پر رکھنی تھی اس کے منجانب اللہ ہونے کا تصفیہ ہو جائے۔ اس معاملے میں آپ نے صرف فلسفیانہ دلائل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کو بھی بڑے زور سے پیش کیا کہ قرآن کریم کی ہدایات پر چل کر میں نے خدا کو پا لیا۔ جس کو شک ہو میرے پاس آوے اور ان نشانات آسمانی کو ملاحظہ کرے جو میرے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور رسالت محمدیہ صلعم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں ظاہر فرما رہا ہے۔ یہ وہ دعویٰ تھا جو کسی دوسرے دینی روحانی لیڈر، گدی نشین، سجادہ نشین کے بس کی بات نہ تھی۔ حضرت مرزا صاحب کا سارا علم

کلام اسی بات پر مبنی ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے متعلق جو علم قرآن کریم دے گا وہی یقینی ہے باقی سب ظنی۔ اس لئے سب متکلمین ۔۔ درمیان حضرت مرزا صاحب نے فیصلہ کی راہ یہی تجویز کی کہ جو کچھ قرآن مجید بیان کرتا ہے اس سے ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ ہو خواہ فلسفہ کچھ کہے۔ "ازالہ اوہام" حصہ دوم ایڈیشن 1951 کے صفحہ 835 میں آپ تحریر فرماتے ہیں : "اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے"۔

۴۔ خلاف عقل اور بالاتر از عقل میں فرق

اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر عقل کا فائدہ کیا ہوا۔ تو بات یہ ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اسے استعمال کرنا چاہئے۔ لیکن اور انسانی حواس کی طرح عقل بھی محدود ہے اور اپنی حد کے اندر ہی کام دے سکتی ہے اس سے باہر کسی اور چیز سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ مثلاً دوز کی چیز آنکھ کو ٹھیک طرح نظر نہ آئے تو دوربین سے مدد لی جاتی ہے۔ آواز کے معاملے میں لاؤڈ سپیکر سے مدد لی جاتی ہے۔ اسی طرح امور باطنی میں عقل کی راہنمائی وحی الہیٰ سے ہوتی ہے جو اسے ٹھوکر سے بچاتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے معتزلیوں اور نیچریوں کے عقل پر بیجا بھروسہ کرنے کی اصلاح فرمائی ہے اور انہیں "خلاف عقل" اور "بالا تر از عقل" کا فرق سمجھایا ہے۔ ایک وہ جانے پہچانے اصول ہیں جو ریاضی کے قاعدوں کی طرح مسلمات عقلی ہوتے ہیں مثلاً دو اور دو چار۔ اگر کوئی دو اور دو پانچ کہے تو وہ خلاف عقل ہے۔ لیکن جو بات جانے پہچانے اصولوں کے خلاف نہیں انہیں خلاف عقل نہیں کہنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے علم کی ترقی کے ساتھ وہ بات سمجھ میں آجائے اور خلاف عقل نہ رہے۔ جب تک حتمی علم نہ ہو جائے ایسی باتوں کو خلاف عقل نہیں بلکہ بالا تر از عقل کہنا چاہئے۔ یہ باتیں نسبتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ایک بات کسی انسان کی سمجھ میں نہ آئے لیکن دوسرے کی سمجھ میں آجائے یا ایک زمانے میں سمجھ میں نہ آئے لیکن دوسرے زمانے میں علم کی ترقی کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔ جو لوگ کسی بات کو نہ سمجھ سکے اور اس پر خلاف عقل کا فتویٰ لگا دیا اور ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے وہ کہیں نہ پہنچے لیکن جن لوگوں نے ایسی بات کو بالاتر از عقل سمجھا اور اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش میں لگے رہے تو بسا اوقات اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش کو بار آور کیا اور وہ معاملہ کی تہ کو پہنچ گئے۔ سائنس کی ترقی کا راز اسی "خلاف عقل" اور "بالاتر از عقل" کے فرق کو سمجھنے پر منحصر ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے سب متکلمین سے پہلے اس فرق کو واضح کر کے علم دین میں تحقیقات اور ترقیات کا دروازہ کھول دیا۔

۵۔ قرآن مجید کی بنیاد پر خدا کے نیست سے ہست کرنے پر استدلال

حضرت مرزا صاحب کے زمانے میں سکولوں میں سائنس کی یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ مادہ نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ تباہ۔ وہ صرف صورتیں بدلتا ہے لیکن مادہ ہی رہتا ہے۔ اور مادہ کی تعریف یہ تھی کہ مادہ وہ ہے جو حجم اور وزن رکھتا ہے۔ معتزلہ۔ نیچری۔ آریہ سماجی سب مادہ کو ازلی ابدی قرار دیتے تھے۔ آیئے دیکھیں قرآن شریف کی کیا تعلیم ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ معرفت الہیٰ کے لئے جو صفات قرآن کریم نے بیان کر دی ہیں وہی صراط مستقیم ہے۔ یہ صفات دو طرح کی ہیں ایک تو تشبیہی یعنی استعارہ کے طور پر انسان کی صفات کے ہم شکل نظر آتی ہیں مثلاً خدا دیکھتا ہے سنتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ اشتراک صرف لفظی ہے حقیقت سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ دوسری صفات تنزیہی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کو اپنی صفات میں کچھ بھی شراکت انسان کے ساتھ نہیں۔ جیسا کہ فرماتا ہے لیس کمثلہ شی (شوریٰ۔ 42:11)۔ انسان کا دیکھنا اور خدا کا دیکھنا ایک چیز نہیں۔ صرف لفظ ایک ہی استعمال ہوتا ہے ورنہ انسان کا دیکھنا محدود اور آنکھ روشنی وغیرہ کی محتاج ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ایسا نہیں۔ وہ صمد ہے (سورہ اخلاص۔ 112:2)۔ یعنی وہ کسی چیز کا محتاج نہیں اور ہر

چیز اس کی محتاج ہے۔ یہ کہنا کہ مادہ ہمیشہ سے ہے اور اسے خدا نے پیدا نہیں کیا وہی غلطی ہے کہ خدا کی صفات کو انسان کی صفات پر سمجھا جائے۔ قرآن شریف فرماتا ہے اللہ خالق کل شیء (الزمر 39:62) یعنی اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ چونکہ مادہ بھی شے ہے خواہ کسی شکل میں ہو اس لئے اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اس کے علاوہ قرآن شریف میں آتا ہے هو الاول والاخر (الحدید 57:3) یعنی اللہ تعالیٰ سب سے پہلے تھا اور سب کے بعد رہے گا۔ لہذا مادہ کا ازلی ابدی ہونا غلط ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے تو صرف قرآن شریف کی اٹل آیات تھیں۔ اللہ کی شان اب سائنس نے بھی مان لیا ہے کہ مادہ ہمیشہ سے نہیں۔ انرجی (قوت) سے پیدا ہوا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کیسے پیدا کرتا ہے تو قرآن شریف فرماتا ہے واللہ علی کل شی قدیر (بقرہ ۔ 2:284)، ان ربک فعال لمایرید (ھود-11:107) اور انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون (یٰس-36:82) ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے" ۔ تیرا رب جو چاہے کر گزرے" ۔ "اس کا حکم جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اسے کہتا ہے ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے" ۔ گویا محض خدائی ارادے سے ہر چیز نیست سے ہست اور ہست سے نیست ہو جاتی ہے۔

۶۔ کیا خدا اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے۔ امکان کذب باری تعالیٰ کا رد

اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور نہ کرنے سے بعض عجیب و غریب سوالات ذہنوں میں ابھرتے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ چونکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے کیا وہ اپنے جیسا خدا بنا سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہ اعتراض پرلے درجے کی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ جو پیدا ہو گا وہ مخلوق ہو گا وہ خدا نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا غیر مخلوق ازلی و ابدی ہے۔ اسی طرح بعض علماء بحث کرتے رہتے ہیں کہ چونکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے کیا وہ جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بول تو سکتا ہے مگر بولتا نہیں۔ یہ لوگ دراصل خدا کو انسان پر قیاس کرتے ہیں جس میں بدی کی طرف مائل ہو جانے کا امکان ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا ارشاد تھا کہ خدا کی صفت حق ہے۔ پس اس کی طرف جھوٹ بولنے کا امکان بھی منسوب کرنا خدا کو خدائی سے جواب دینا ہے۔ خدا کی قدرت کاملہ کا ظہور اس کی صفات کے ماتحت اور مطابق ہوتا ہے نہ کہ صفات کچھ اور ہوں اور افعال کچھ اور۔

۷۔ وحدت وجود کا رد

حضرت مرزا صاحب نے ہندو جوگیوں، مجوسیوں اور بعض اباحتی صوفیوں کے وحدت وجود کے یعنی ہمہ اوست کے عقیدہ کا بھی رد کیا ہے جس سے ساری کائنات کا ازلی ہونا لازم آتا ہے۔ آپ وحدت شہود کے قائل تھے یعنی جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف نہایت صراحت سے اس عقیدہ کو رد کرتا ہے۔ سورہ ذاریات کی آیت 56 کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "میں نے جن اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں" ۔ گویا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کا بندہ بننا ہے۔ سورہ فجر کی آیات 27 تا 30 کا ترجمہ ہے: "اے نفس اطمینان یافتہ اپنے رب کی طرف لوٹ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا" ۔ یعنی انسان کامل جو نفس مطمئنہ کے اعلیٰ مقام پر پہنچ چکا جو انسانیت کے کمالات کی انتہا ہے اسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں داخل ہو جا یعنی اس نے اپنے مقصد تخلیق کو پا لیا۔ پس انسان کے کمالات کی انتہا عبودیت کاملہ تامہ ہے نہ کہ خدائی۔ وحدت وجود کا عقیدہ غلط ہے۔

ایک تنقیدی جائزہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اپنی اولاد کے لئے دعائیں

محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ بیگم کی آمین

بشارت احمد بقا صاحب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو بچپن سے ہی قرآن مجید سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اور حضور نے قبل از دعویٰ مجددیت و مہدویت کئی ہزار دفعہ اس کتاب حق کو پڑھا تھا اور اسکے اندر حقائق و معارف کے مخفی خزانوں سے اپنے آپکو مالا مال کر لیا ہوا تھا۔ آپ کی عام طور پر عادت تھی کہ جب کوئی بچہ آپ کی خدمت میں دعا اور دست شفقت کیلئے پیش کیا جاتا تو آپ بچے کے والد سے پہلا سوال یہ کرتے تھے کہ اس بچے نے قرآن شریف ناظرہ ختم کر لیا ہے یا نہیں۔ اب ظاہر کہ جب آپ دوسرے احباب کے بچوں کے بارے میں جان کر کہ انہوں نے قرآن پاک پڑھ لیا ہے یا پڑھ رہے ہیں تو نہایت مسرت کا اظہار فرماتے تھے تو جب خود آپ کے اپنے بچوں نے اس کلام پاک کو ختم کر لیا تو کس قدر آپ کو خوشی ہوئی ہو گی۔ چنانچہ جب آپکے بڑے صاحبزادے محمود احمد صاحب نے جون ۱۸۹۷ء میں قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ تو آپ نے اس خوشی میں ۷ جون ۱۸۹۷ء کو ایک جلسہ کا اہتمام فرمایا جس میں احباب کو دعوت شمولیت دی۔ اور محمود احمد صاحب کی آمین ہوئی۔ اس موقع پر آپ نے ایک نظم بھی لکھی جو "محمود کی آمین" کے نام سے طبع ہوئی۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے بشیر احمد، شریف احمد اور صاحبزادی مبارکہ بیگم نے قرآن شریف ختم کیا۔ تو ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء کو انکی آمین ہوئی اور اس خوشی میں غربا اور مساکین کو کھانا کھلایا گیا اور احباب جماعت کی دعوت کی گئی۔ اس موقع پر بھی حضرت اقدس نے ایک طویل نظم لکھی۔ یہ دونوں نظمیں درثمین جو حضور کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے میں موجود ہیں اور سلسلہ احمدیہ سے وابستہ تمام احباب و خواتین کو ان کا خود مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس زمانے میں یہ نظمیں لکھی گئیں اور حضرت اقدس کی زندگی کے آخری دنوں تک بلکہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ خلافت تک جماعتی حلقوں میں ان کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ لیکن جب سلسلہ میں عقائد کی بنا پر اختلاف رونما ہوا۔ اور قادیان میں حضرت اقدس کے خاندان کا تسلط قائم ہو گیا۔ تو قادیان سے وابستہ علماء نے ان دونوں نظموں سے بھرپور فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اولاد مسیح موعود کی پاکبازی، نجابت اور پرہیزگاری ثابت کرنے کے لیے آج بھی ان نظموں کو بار بار پیش کیا جاتا ہے اور دلیل دی جاتی ہے کہ جس اولاد کے لیئے خدا کے مامور نے اس قدر دل سوزی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعائیں کی ہوں۔ وہ کیوں کر گمراہ اور غیر صالح ہو سکتی ہے۔ علماء قادیان ثم ربوہ کے اس طریق استدلال نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ان دونوں نظموں پر کچھ تبصرہ کر دیا جائے۔

قارئین کو بنیادی طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ ہم تمام افراد جو احمدیہ انجمن لاہور سے وابستہ ہیں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد اعظم، مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں۔ اور اس امر پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ حضور نے خدا تعالیٰ کے حکم سے محدثیت کا دعویٰ کیا تھا اور دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا تھا۔ ہم حضرت اقدس کے خاندان کا بہت ادب اور احترام کرتے تھے۔ اور ہم نے کبھی ان کی شان میں کوئی کلمہ تخویف منہ سے نکالنے میں پہل نہیں کی تھی۔ لیکن خاندان کے سربراہ مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مخلص ترین جاں نثاروں کی محض اس وجہ سے کردار کشی کی مہم شروع کر دی کہ انہوں نے انکے غلط عقائد پر جو انہوں نے حضرت اقدس کی کھلی اور واضح تحریرات اور ارشادات کے

خلاف ایجاد کر لیتے تھے انکو ٹوکا تھا۔ گویا دشمنی کی ابتدا خاندان مسیح موعود سے ہوئی۔ جماعت احمدیہ لاہور کے بانی بزرگ عمر بھر مرزا محمود احمد صاحب کے الزامات کے بالمقابل اپنا دفاع اور اپنی بریت کرتے رہے اور اس پر یا خاندان مسیح موعود کے کسی دوسرے فرد پر کوئی حرف طعن زبان پر لانے سے اجتناب کیا۔ مگر انکی اس پاک روش کو خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب نے قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی عافیت اسی میں جانی کہ ان بزرگوں کے خلاف مخالفت کی آگ خوب بھڑکائی جائے اور اختلاف کی خلیج کو اس قدر وسیع کر دیا جائے کہ اس پر کبھی کوئی پل نہ بن سکے اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ قائم رہے جتنا قطب شمالی اور قطب جنوبی کے درمیان ہے۔ بہر حال اتنے شدید اختلاف بغض اور کدورت کے باوجود بھی ہماری جماعت کے قلم خاندان مسیح موعود کے بارے میں ہمیشہ محتاط رہے ہیں۔ اور خلیفہ صاحب اور انکے حواریوں کی کردار کشی کی مہم کے جواب میں ہمارے بزرگوں نے بڑے صبرو تحمل کا مظاہرہ کیا۔ مگر ہم کسی خوشی سے نہیں بلکہ دلی رنج کے ساتھ کہتے ہیں کہ قدرت کی تعزیریں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ کوئی مکافات عمل سے ہمیں بچتا دکھائی نہیں دیا۔ خلیفہ صاحب نے ناحق ہمارے بزرگوں کو بدنام کیا۔ مگر جو کردار کشی انکی اپنی خود اپنے ہی مخلص ترین مریدوں کے ہاتھوں سے ہوئی وہ نہ صرف عبرت ناک ہے بلکہ اس سلسلہ ربانی کی سخت ہتک اور خاندان مسیح موعود کی ذلت و رسوائی کا بھی موجب ہوئی۔

اب ہم حضرت اقدس کی دونوں نظموں پر گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔ محمود کی آمین میں کل نوے اشعار ہیں جن میں سے چھتیس کے قریب حضرت اقدس نے اپنی اولاد کے بارے میں لکھے ہیں۔ دوسری آمین کے کل ۱۷۰ اشعار ہیں جن میں سے اپنی اولاد کی نسبت زیادہ سے زیادہ ستاون اشعار ہیں۔ باقی تمام اشعار خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر گزاری میں لکھے ہیں۔ ہم ان دونوں نظموں میں سے چیدہ چیدہ اشعار درج ذیل کر دیتے ہیں۔

(۱) محمود کی آمین

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہو شکر تیرا کیوں کر اے میرے بندہ پرور
تو نے مجھے دیے ہیں تیرے یہ تین چاکر
ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں
تو نے دکھایا یہ دن تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بال و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدے والا منکر کدھر کہاں ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدانت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر انکو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اسکے ہیں دو برادر انکو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد، نیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے
کر دور ان سے یا رب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر نام ان کے روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے جاں کے جانی اے شاہ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے انکو رکھیو میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سنکر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہر غم سے دور رکھنا تو رب العالمین ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اقبال کو بڑھانا اب فضل کو لے کے آنا
ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادی جہاں ہوں ہوویں یہ نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں میر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پہ نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اب دوسری آمین کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں :

کریما دور تو کر ان سے ہر شر
رحیما نیک کر اور پھر معمر
بنا ان کو نکوکار و خرد مند
کرم سے کر ان پہ راہ بدی بند
ہدایت کر انہیں اے میرے اخوند
وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند
میری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پار سا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے انکو جو مجھ کو دیا ہے
نجات ان کو عطا کر گندگی سے
بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال

نہ آوے ان کے گھر تک رعب دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال
نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
دعا کرتا ہوں اے میرے یگانا
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ تیرا یہ آستانہ
میرے مولٰے انہیں ہر دم بچانا
نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا الم کا بے لبی کا
یہ ہوں میں دیکھ لوں تقوٰی سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا
خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں شمشاد
خبر تو نے مجھے یہ بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
دیے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب
یہ سب ہیں میرے پیارے ترے اسباب
دکھایا تو نے وہ اے رب ارباب
کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
میری ہر بات کو تو نے جلا دی
میری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
میری ہر پیشگوئی خود بنا دی
ترا نسلاً بعیدا بھی دکھا دی
بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

اپنی صاحبزادی مبارکہ بیگم کے متعلق فرمایا:

اور انکے ساتھ کی ہے ایک دختر
ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فرفر
خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر
کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پائے وہ مقرر
یہی روز ازل سے ہے مقدر

ان درج شدہ تمام اشعار پر آپ نظر تعمق فرمائیں۔ آپ کو صاف نظر آجائیگا کہ حضرت اقدس نے اسقدر دعائیں مانگی ہیں کہ دینی لحاظ سے اور دنیاوی لحاظ سے باقی کچھ نہیں چھوڑا۔ یعنی اپنی اولاد کیلئے دنیا کی بھی ہر نعمت مانگی ہے اور دین کی بھی۔ اسکے لیئے دنیا کا مال و دولت بھی مانگا ہے۔ عزت و حشمت وقار اور اقبال بھی مانگا ہے۔ اسکے لیئے تخت و تاج کی بھی التجا کی ہے۔ انکے عروج اور اقتدار کیلیئے یہاں تک تمنا کی ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ انکے دریوزہ گر ہوں۔ اولاد کے لیئے ہر خیر اور بھلائی کی رب العزت کی بارگاہ میں دعائیں کی ہیں۔ اور ہر بدی اور گندگی سے انکی

حفاظت چاہی ہے۔ پھر یہ بھی اللہ کریم سے مانگا ہے کہ ان بچوں کو میری طرح دنیا کا ہادی و رہنما بنا دے اور وہ سب دنیا میں شمس و قمر اور آسمان کے ستاروں کی طرح روشن اور درخشاں ہوں۔ اور پھر اپنی دعا کو اس نکتہ عروج تک پہنچایا ہے۔ کہ

تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

آپ کو تو خدا تعالیٰ نے مجددیت و محدثیت کے مقام پر کھڑا کیا۔ آپ کو مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو بکثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل بنایا۔ آپکو ہزارہا نشانات دیے گئے۔ علم لدنی کی نعمت سے آپ کو مالا مال کیا گیا۔ معارف قرآنی کا انمول خزانہ عطا کیا گیا۔ زبان عربی پر کامل قدرت عطا کی گئی ان تمام انعامات کا تعلق وہبت سے تھا۔ کسب سے نہ تھا۔ مگر شفقت پدری کی پرواز دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی اولاد کے لیئے ان انعامات کے عطا کرنے کی دعا بھی پورے جوش و جذبہ سے کی۔ الغرض مانگنے والے نے بے حد و حساب مانگا مگر یہ تو دینے والے کی مرضی پر منحصر تھا کہ جس نعمت اور فضل کے لائق اولاد تھی وہ عطا کرتا۔ کیا خدا تعالیٰ کا یہ کم فضل تھا کہ اس نے حضرت اقدس کو اولاد بشارات کے تحت عطا کی۔ بڑے صاحبزادے محمود احمد کے پیدا ہونے کی بذریہ الہام اطلاع بخشی جسے حضور نے اپنے اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور سبز اشتہار محریہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع فرما دیا اور وہ بلا توقف قریب مدت میں یعنی جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوتے۔ ان اشتہاروں میں اس بیٹے کی کوئی صفت حسنہ الہام میں بیان نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف یہ الفاظ درج تھے "بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا"۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے اپنی ساری ماموانہ زندگی میں اس بیٹے کو نہ کبھی فضل یا فضل عمر کہہ کر پکارا اور نہ کبھی اولوالعزم کہا اور نہ کبھی مظہر الحق والعلا اور کان اللہ نزل من السماء سمجھا۔ ان کے بعد بشیر احمد پیدا ہوتے انکی پیشگوئی ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ الہام کے الفاظ سیولد لک الولد و یدنی منک الفضل تھے جن میں اس بیٹے کی کوئی ذاتی صفت مذکور نہ تھی۔ چنانچہ وہ حسب پیشگوئی ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو متولد ہو گئے۔ تیسرے بیٹے شریف احمد صاحب الہام انا نبشرک بغلام کے تحت ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوتے یہ الہام ستمبر ۱۸۹۴ء میں بطور پیشگوئی شائع کیا گیا اور اس میں بھی بیٹے کی صفت حسنہ کا ذکر نہ تھا۔

چوتھے بیٹے مبارک احمد کی پیدائش کی پیشگوئی ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء میں کی گئی۔ الہام کے الفاظ یہ تھے اصبر ملیاً ساھب لک غلاما ذکیا یعنی تھوڑی دیر صبر کر میں عنقریب تجھے ایک پاک لڑکا عطا کروں گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق صاحبزادہ مبارک احمد ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو پیدا ہو گئے۔ اس بچے کو الہام الٰہی میں پاک لڑکا قرار دیا گیا۔ حضرت اقدس نے اپنے ان چاروں بیٹوں کی پیدائش کے بارے میں خلاصتہ اپنی تصنیف تریاق القلوب کے صفحہ ۴۲، ۴۳ میں یوں ذکر فرمایا ہے:

"محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اسکے پیدا ہونے کے بارے میں دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا پیشگوئی کی گئی"۔

"میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے اسکے پیدا ہونیکی پیشگوئی "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی"۔

"میرا تیسرا لڑکا جس کا نام شریف احمد ہے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی میرے رسالہ "انوار الاسلام" کے صفحہ ۳۹ کے حاشیہ پر درج ہے"۔

میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے۔ اسکی نسبت پیشگوئی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی اور پھر "انجام آتھم" کے صفحہ ۱۸۳ میں بتاریخ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء یہ پیشگوئی کی گئی۔

جب حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء میں دوسری آمین لکھی تھی تو اس وقت مبارک احمد صاحب قریباً دو سال کے ہو چکے تھے اور چونکہ آپ نے اس صاحبزادے کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کا مصداق قرار دیا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ مبارک احمد ہی وہ عظیم الشان لڑکا ہے جو مصلح

موعود ہو گا۔ اس لیئے حضور نے بڑی خوشی سے لکھا۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس ماہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخذی الاعادی

حضرت اقدس نے ایک لمحہ کیلئے بھی یہ نہ سمجھا تھا کہ یہ بیٹا محمود احمد ہے۔ کیونکہ حضور نے مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق کبھی بھی نہ الہاماً اور نہ اجتہاداً محمود احمد کو قرار دیا تھا۔ اس لیئے جب ہمارے ربوی دوست اس پیشگوئی کو محمود احمد صاحب پر چسپاں کرتے ہیں تو بہت بڑی علمی و اخلاقی خیانت سے کام لیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یا ان کے خلیفہ محمود احمد صاحب خدا کی طرف سے حکم و عدل تھے یا حضرت مسیح موعود۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ صاحب الہام اور حکم و عدل اس مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق مبارک احمد کو ٹھہراتا ہے اور یہ لوگ از راہ تحکم کھینچ تان کر اس پیشگوئی کو خلیفہ ثانی پر چسپاں کر رہے ہیں۔

یہ درست ہے کہ مبارک احمد صاحب ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو وفات پا گئے اور حضرت اقدس کا اجتہاد درست نہ نکلا۔ مگر خدا تعالیٰ نے بذریعہ متعدد الہامات مبارک احمد کی وفات کے معاً بعد حضرت اقدس کو یوں تسلی دی۔

انا نبشرک بغلام حلیم	۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء
انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک	اکتوبر ۱۹۰۷ء
ساھب لک غلاماً ذکیا	نومبر ۱۹۰۷ء
رب ھب لی ذریۃ طیبنہ	۱۹۰۷ء
ان نبشرک بغلام اسمہ یحیی	۱۹۰۷ء

مگر تمام احمدی احباب جانتے ہیں کہ باوجود ان الہامات کے مبارک احمد کی وفات کے بعد حضرت اقدس کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ اور مصلح موعود کی پیشگوئی حضور کی زندگی میں پوری نہ ہوئی اور آج تک ویسی کی ویسی پڑی ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے نزدیک مصلح موعود کا ظہور حضرت اقدس کی وفات سے تین صدیوں کے بعد ہو گا۔ اس سے قبل ممکن نہیں۔ مرزا محمود احمد صاحب اس پیشگوئی کے بارے میں ایک جگہ یوں اظہار خیال فرماتے ہیں:

"تیسری بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ پانچویں بیٹے کی پیشگوئی ہے۔ جس کی نسبت مخالفین سلسلہ کا خیال ہے کہ وہ ابتک پوری نہیں ہوئی کیونکہ حضرت اقدس نے "مواہب الرحمان" کے صفحہ ۱۳۹ پر صاف صاف طور پر لکھا تھا کہ بشرنی بخامس فی حین من الاحیان یعنی مجھے ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اسی طرح بہت سے الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونیوالا ہے مثلاً یہ کہ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک۔ ساھب لک غلاماً ذکیاً۔ رب ھب لی ذریۃ طیبۃ۔ انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء---

پس اس کے بعد لازم ہے کہ ہر ایک الہام جو آئندہ بیٹے کی نسبت ہو وہ آئندہ نسل کے لیئے ہو اور پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آئندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہے۔ سو اگر اس الہام کی بنا پر ایک آئندہ ہونے والے لڑکے کی بشارت اس رنگ میں دیدی گئی کہ وہ تیری ہی اولاد ہو گا تو کیا حرج ہوا۔۔۔ اگر حضرت مسیح موعود نے آئندہ کی خبریں دیں اور بتایا کہ میری نسل سے ایک ایسا لڑکا ہو گا جس کی ہیبت اس قدر ہو گی کہ گویا خدا آسمان سے اسکی مدد کے لیئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو ان کی اور بھی سچائی ثابت ہو گی" (بحوالہ "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے")۔

گویا خلیفہ ثانی صاحب نے تسلیم کر لیا کہ ظہور مصلح موعود کیلئے کوئی اور زمانہ ہے۔ حضرت اقدس کی وفات کے معاً بعد کا زمانہ ہرگز نہ تھا۔ اس ضمن میں ایک نہایت ہی اہم خط درج ذیل کیا جاتا ہے۔ جو حضرت اقدس نے حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین صاحب کو ۸ جون ۱۸۸۶ء کو تحریر فرمایا تھا:

"آج آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک واقعہ پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں۔ شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائیگا اس کا نام بشیر ہو گا۔ سو اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہو گا۔ اب زیادہ تر الہام اس باب میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح کرنا پڑیگا اور جناب الٰہی میں یہ قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہو گی وہ صاحب اولاد ہو گی اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیے گئے۔ تین ان میں سے آم کے پھل تھے۔ مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں کے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے وہی مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی ہے اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے سو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم باالصواب۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے"۔

اس خط نے حضرت اقدس کے تینوں عمر پانیوالے بیٹوں کی اصل حیثیت پوری طرح واضح کر دی ہے کہ وہ اس دنیا کا پھل آم ہیں۔ وہ کسی خاص خصوصیت کے حامل نہیں ہیں۔ اور یہی تقدیر مبرم تھی جو باوجود حضرت اقدس کی اتنی دل سوز دعاؤں کے اپنی جگہ اٹل رہی۔ اور خدا نے آپکو جس مبارک بیٹے کی بشارت دی تھی وہ اس جہان کے کسی پھل کے مشابہ نہیں تھا بلکہ وہ کسی اور جہاں کا بالکل الگ وضع کا پھل تھا۔ جو آئندہ کسی زمانے میں آپ کی نسل اور ذریت سے پیدا ہو گا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اپنی کتاب "الوصیت" جو ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء میں چھپی تھی کے حاشیہ میں تحریر فرمایا:

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لیئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے"۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے فروری ۱۹۴۴ء میں ایک مبہم سی خواب کی بنا پر مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مگر آپ تمام حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ نبی رسول یا محدث بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کی وحی آنے سے قبل ہرگز اشارۃً یا کنائتاً معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں بطور نبی یا رسول یا محدث کے مامور کیا جائیگا کیونکہ فلاں فلاں نشانات اسکے حق میں ظہور کر رہے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی اس سنت قدیمہ کے برخلاف مرزا محمود احمد صاحب نے خلافت سنبھالتے ہی اپنے مصلح موعود ہونے کی بنیاد ڈال دی۔ چنانچہ اپنی ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء کی تقریر میں یوں گویا ہوتے:۔ "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود ہو گا دوسرا نام فضل عمر ہو گا اور "تریاق القلوب" میں آپ نے اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا ہے پس بتاؤ عمر کون تھا۔ اگر تمہیں علم نہیں تو سنو کہ وہ دوسرا خلیفہ تھا پس میری پیدائش سے پہلے خدا نے مقدر کر چھوڑا تھا کہ میرے سپرد وہ کام کیا جاتے جو حضرت عمرؓ کے سپرد ہوا تھا۔ پس اگر مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے تھا تو تمہیں اس شخص کے ماننے میں کیا عذر ہے جس کا نام اسکی پیدائش سے پہلے عمر رکھا گیا۔ اور میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے کچھ علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا"۔

(بحوالہ "رسال کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"، ص ۹)

اب اس تقریر میں خلیفہ ثانی صاحب نے اپنا دعویٰ فضل عمر تک محدود رکھا۔ حالانکہ عمر اور فضل عمر نام دراصل مصلح موعود کی ذات سے وابستہ تھے لیکن مصلح موعود ہونے کا دعویٰ برملا نہ کیا۔ بلکہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء کی الفضل میں شائع ہونیوالی تقریر میں یہ کہا:

"ہاں میں ابھی نہیں کہہ سکتا کہ میں مصلح موعود ہوں کیونکہ مجھے خدا نے اس کی خبر نہیں دی اگر مجھے خبر دی گئی تو کسی سوال کی ضرورت نہ ہو گی میں خود اعلان کر دوں گا"۔

۱۹ ستمبر ۱۹۳۳ء میں مولوی فخر الدین پنشنر نے خلیفہ ثانی صاحب سے عرض کیا۔ مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پیشگوئی ہے حضور کا اس بارہ میں کیا خیال ہے۔ فرمایا میرے خیال میں یہ باتیں

اس پر چھوڑ دینی چاہیئیں۔ جو اس پیشگوئی کا مصداق ہو"۔ لیکن ۱۹۳۵ء میں ایک حیرت انگیز قلابازی کھائی۔ اور فرمایا:-

"لیکن چونکہ بعض دشمنوں کی طرف سے ابھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سبز اشتہار والی پیشگوئی میرے متعلق نہیں اور کہ میں خود اس کے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں اس لیئے میں اس کے متعلق بھی کچھ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ میں اس کے اپنے متعلق ہونے سے انکار کرتا ہوں۔ میں جس بات کا انکار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس پیشگوئی کو کسی مامور کے متعلق سمجھا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ جس کے متعلق یہ ہے اس کے لیئے الہاماً ایسا دعویٰ کرنا لازمی ہے"۔

(الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۵ء)

خلیفہ ثانی صاحب نے کمال ہوشیاری سے سبز اشتہار کی پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی راہ ہموار کی اور سادہ لوح افراد کو باور کرا دیا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے اصل مصداق وہی ہیں اور ان کے لیئے ضروری نہیں کہ کسی الہام کی بنا پر وہ یہ دعویٰ کریں۔ انہیں بخوبی علم تھا کہ انکے مرید لکیر کے فقیر ہیں وہ انکی ہر بات کو وحی کا درجہ دیتے ہیں۔ مگر جب تاریخ احمدیت میں پہلی بار جون ۱۹۳۷ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی پر سلسلہ کے دونوں فریقوں کے مابین تحریری مباحثہ راولپنڈی میں ہوا۔ اور قادیانی مناظر کو بار بار چیلنج کیا گیا کہ وہ حضرت اقدس کی ایک ہی ایسی تحریر پیش کر دیں جس میں مرزا محمود احمد صاحب کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا گیا ہو تو وہ اس کا جواب دینے سے بری طرح ناکام رہے۔ سبز اشتہار میں دراصل دو بیٹوں کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ ایک بیٹے کی اشتہار کے صفحہ ۷ پر جہاں اس کا نام محمود تھا اور دوسرے بیٹے کی پیشگوئی اشتہار کے صفحہ ۷، ۲۱ پر کی گئی تھی اور وہ مصلح موعود کے بارے میں تھی جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی پیش گوئی کا دراصل تتمہ تھی۔ حضرت اقدس نے جب خود محمود احمد کو فضل یا فضل عمر کبھی قرار نہیں دیا تھا۔ تو پھر خلیفہ ثانی صاحب اور انکے علماء کو کہاں سے یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ مصلح موعود کی پیشگوئی خلیفہ صاحب موصوف پر چسپاں کر دیں۔

مبارکہ بیگم کے بارے میں حضرت اقدس نے جو خواب میں دیکھا تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ کیونکہ اولیاء و اصفیا کے خواب بھی رویا اور کشوف کا درجہ رکھتے ہیں اور ان میں اعلام الہیٰ کا دخل ہوتا ہے۔ مبارکہ بیگم صاحبہ نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کے حبالہ نکاح میں آئیں اور نواب مبارکہ بیگم کہلائیں اور نہایت باوقار زندگی گذاری۔

حضرت اقدس کا وہ الہام بھی درست نکلا جس کا ذکر آپ نے اس شعر میں کیا:-

میری ہر پیش گوئی خود بنا دی
ترا نسلاً بعیدا بھی دکھا دی

یہ شعر اس آمین کا ہے کہ جو ۱۹۰۱ء میں لکھی تھی۔ اس وقت آپکے سب سے بڑے صاحبزادے مرزا سلطان احمد صاحب جو آپکی پہلی اہلیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے کو خدا نے ایک فرزند عطا کر دیا ہوا تھا۔ اس لیئے آپ کا الہام کہ "تو بعد کی نسل بھی دیکھے گا" پورا ہو گیا۔ اور اس پر گویا حضرت اقدس نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضرت اقدس نے اپنی اولاد کے حق میں بیشمار دعائیں ان دونوں نظموں میں مانگی تھیں اور وہ سب تقاضہ بشری اور بحیثیت ایک مشفق اور مہربان باپ کے مانگی تھیں اس معاملہ میں تمام والدین کا یہی جوش و جذبہ ہوتا ہے۔ اور دنیا میں باپ کا ہی ایک ایسا رشتہ ہے جو اپنے مقابلے میں اپنی اولاد کی سربلندی، وقار اور عزت و حشمت اپنے سے بدرجہا بڑھکر دیکھنے کا متمنی ہوتا ہے۔ باپ اگر فوج سے بریگیڈیئر ریٹائرڈ ہوتا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا جنرل بنے اور خوب عزت اور شہرت پائے۔ باپ اگر کسی صوبہ کا گورنر ہے تو اسکے دل کی تڑپ یہ ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا ملک کا صدر بن جائے۔ مگر اولاد میں جس قدر صلاحیت ہوتی ہے اسی کے مطابق وہ دنیا میں ترقی کرتی ہے۔ حضرت اقدس کے تین بیٹوں نے لمبی عمر پائی۔ بڑے بیٹے کی تعلیم واجبی تھی وہ خلیفہ بن گئے۔ اور نہ اپنے مقدس باپ اور نہ خلفاء راشدین کی طرز زندگی اختیار کی بلکہ ذہن میں چونکہ حکمرانی کا سودا تھا۔ اس لیئے ایک مطلق العنان بادشاہ کے طور طریقے اختیار کیئے اور اپنے اختیارات میں یہاں تک غلو کیا کہ قواعد انجمن میں یہ تبدیلی کی۔ کہ "ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور اسکی ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہو اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہا کے لیئے خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کا حکم قطعی اور ناطق ہو گا"۔ (قاعدہ نمبر ۱۸ ملحقہ رسالہ "منصب خلافت" ٹائٹل پیج اندرونی)۔

یہ حیثیت مولانا نور الدین صاحب خلیفہ اول کو حاصل نہ تھی اور نہ ہی یہ حیثیت خلفاء راشدین نے اختیار کی مگر خلیفہ ثانی صاحب اپنی گرفت کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی فکر میں رہے۔ چنانچہ اپنے ایک خطبہ میں

ارشاد فرمایا:

"خدا کا رسول غلطی کر سکتا ہے اور ہزاروں فیصلوں میں سے ایک فیصلہ اس کا نادرست ہو سکتا ہے تو میرے لیئے ہزار میں سے سو کا غلط ہونا ممکن ہے۔ لیکن باوجود اس کے اگر کوئی کہتا پھرے کہ اس نے فلاں فیصلہ غلط کیا یا فلاں غلطی کی۔ چاہے وہ غلطی ہو۔ پھر بھی اسے خدا تعالیٰ پکڑیگا"۔ (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۴ نومبر ۱۹۲۷ء)

اگلے سال یوں ارشاد فرمایا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے۔ میں اسے کہتا ہوں۔ اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے تو خدا کی تم پر لعنت ہوگی اور تم تباہ ہو جاؤ گے"۔

(قول خلیفہ صاحب اخبار الفضل ۲۹ مئی ۱۹۲۸ء)

احباب نوٹ فرمائیں کہ سچے اعتراض کرنا نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نہ صحابہ کرام کے وقت اور نہ ہی حضرت اقدس کے وقت جرم تھا۔ مگر یہ خلیفہ ثانی صاحب ہیں کہ سچے اعتراض کرنے والے کو بھی جہنمی قرار دیتے ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیں کہ یہ صاحب کس کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ کیا ان حالات میں اب بھی حسن و احسان میں اپنے عظیم باپ کی نظیر کہلانے کے حقدار ہیں۔ اب رہ گئے انکے دونوں برادران خورد تو میاں بشیر احمد صاحب نے ایم اے ضرور کیا مگر دنیا میں کوئی ناموری حاصل نہیں کی اور نہ ہی ان کا کوئی علمی کارنامہ ظہور میں آیا۔ چند تصنیفات عام معیار کی منظر عام پر ضرور آئیں۔ انکے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا تبحر علم کہاں تک وسعت رکھتا ہے۔ مجھے تو انکے علم نے متاثر نہیں کیا۔ خلیفہ ثانی صاحب کے دوسرے بھائی مرزا شریف احمد صاحب تھے۔ جو فوج میں بھرتی ہوئے اور کپتان کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ انکی علمی اور انتظامی صلاحیتوں کے بارے میں ہمیں کوئی علم حاصل نہیں ہو سکا۔ کیونکہ ان کی شخصیت کسی سطح پر نمایاں دکھائی نہیں دی۔ عام سی زندگی گذار کر اس دار فانی سے راہی ملک بقا ہو گئے۔ ان تینوں بھائیوں کے مقابلے میں مرزا سلطان احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے انگریز کی حکومت کے زمانہ میں ریٹائر ہوئے تھے اور اس زمانہ میں یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے معروف انشا پرداز بھی تھے۔ پھر ان کے صاحبزادے مرزا عزیز احمد صاحب بھی ڈپٹی کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور اپنی شرافت و دیانت و امانت اور قابلیت کے باعث عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ البتہ حضرت اقدس کے ایک پوتے ایم ایم احمد خلف مرزا بشیر احمد صاحب حکومت پاکستان کے ایک عہدہ جلیلہ سے ضرور ریٹائر ہوئے ہیں اور آج کل امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

حضرت اقدس نے اپنی زندگی میں جماعت کی ترقی و استحکام اور خدمت و اشاعت اسلام کے جملہ فرائض اور اختیارات اپنی صوابدید سے قائم کردہ مجلس معتمدین یا صدر انجمن احمدیہ کے سپرد فرما دیے تھے اور جسقدر رقوم بصورت چندہ احباب سلسلہ سے آتی تھیں ان پر اس انجمن کو کلی اختیار حاصل تھا۔ صرف لنگر خانہ کا انتظام اور چندہ اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ جب حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفہ اول مقرر ہوئے تو آپ نے لنگر خانہ کا انتظام بھی صدر انجمن کے حوالے کر دیا۔ جس پر مرزا محمود احمد صاحب سخت چیں بجبیں ہوئے۔ اور اس پر تحریری طور پر خلیفہ اول سے احتجاج کیا۔ خدا کے مسیح نے اس انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ اور یہ انتظام انکے اس بیٹے کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ چنانچہ خلافت کی مسند پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہی کیا کہ انجمن کو ان تمام اختیارات سے محروم کر دیا اور قوم کے تمام اموال پر خود تصرف کلی حاصل کر لیا اور مریدوں سے نذرانے وصول کرنے شروع کر دیے۔ حضرت مسیح موعود نے قومی اموال کو اپنی ذات اور اپنے گھر پر کبھی استعمال نہیں کیا تھا۔ بلکہ اپنی زرعی اراضی اور باغ کی آمدن سے اپنے تمام گھر کے اخراجات چلاتے تھے۔ وہ فقیرمنش اور مال دنیا سے مستغنی تھے۔ یہی حال حضرت مولانا نور الدین صاحب کا تھا۔ مگر خلیفہ محمود احمد صاحب نے اپنا نظام خلافت خالص ملوکیت کی طرز پر قائم کیا۔ اور شاہانہ زندگی اختیار کی۔ جو نہ حضرت ختم المرسلین کی سنت تھی نہ خلفائے راشدین کی نہ حضرت مسیح موعود اور نہ ہی خلیفہ اول حضرت مولانا نور الدین صاحب کی۔

پھر جماعت پر اپنی گرفت کو مضبوط تر کرنے کے لیئے غیر مامور مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی فروری ۱۹۴۴ء میں کر دیا۔ اور اپنے زعم میں سمجھ لیا کہ ان پر اس جھوٹے دعویٰ کی گرفت نہ ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی ایک عظیم الشان مامور کے متعلق ہے۔ اسلیئے خدا کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ یہ شخص یہ جھوٹا دعویٰ کرنے کے بعد ۲۳ سال کی زندگی پاوے۔ دسمبر ۱۹۵۸ء میں دو تقریروں کے بعد ان پر الٰہی گرفت کا آغاز ہو گیا۔۔ چنانچہ پورے سات سال مسلسل فالج میں مبتلا رہ کر اور ہوش و حواس سے عاری ہو کر اس دنیا سے نومبر ۱۹۶۵ء میں رخصت ہو گئے۔

مختصر رپورٹ

طلباء اور طالبات کے لئے سالانہ تربیتی کورس جولائی 94

حسب معمول اس سال بھی طلباء اور طالبات کی دینی تربیت کے لئے سالانہ تربیتی کورس ۲۲ تا ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء، جامع دارالسلام، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں منعقد ہوا۔ ۲۹ جولائی کو سینیئر گروپ کا تحریری اور جونیئر گروپ کا زبانی امتحان ہوا۔ اسی دن طلباء سیر و تفریح کے لئے سوزو واٹر پارک، جلو موڑ گئے اور ۳۱ جولائی کو طالبات قلعہ لاہور اور گلشن اقبال پارک گئیں۔ ۳۰ جولائی کو بعد از نماز عصر شبان الاحمدیہ نے تقاریر کا انعامی مقابلہ اور ذہنی آزمائش کے پروگرام کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام کی تدوین و ترتیب ہمارے ہونہار نوجوان عامر عزیز صاحب ایم۔ اے نے سرانجام دی۔ کورس کے دوران مختلف جماعتوں کے طلباء کی ٹیموں کے درمیان فٹ بال کے میچ بھی ہوئے۔ اختتامی تقریب میں فٹ بال کے میچوں میں شرکت کرنے والے طلباء اور دیگر مقابلوں میں اول۔ دوم اور سوم آنے والے طلباء اور طالبات کو محترم ڈاکٹر اصغر علی صاحب نے انعامات دیے۔ نماز مغرب کے بعد تربیتی کورس کے اختتام اور تقسیم انعامات کے سلسلہ میں عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا اس موقعہ پر ناصر احمد صاحب، انچارج پروگرام نے اختتامی تقریر کی جس کا متن ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

"خدا کے فضل و کرم اور حضرت امیر کی دعاؤں سے تربیتی کورس آج اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ حضرت امیر کمزور صحت کے باوجود اس کورس کے افتتاح کے لئے تشریف لائے اور دعا فرمائی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کورس میں دلچسپی سال بہ سال بڑھ رہی ہے۔ اس مرتبہ کورس میں مصلح موعود اور محمدی بیگم کی پیشگوئیوں پر ہمارے ہونہار نوجوان لیکچرار اعجاز احمد صاحب نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔ فقہ کے چار اماموں کی زندگی کے مختصر حالات اور ان کی خصوصیات کے بارے میں مولانا شفقت رسول صاحب نے بیان کیا۔ اسلام میں خدا کا تصور، عقیدہ تثلیث، اجماع اور اجتہاد کے بارے میں پروفیسر غلام رسول صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی نے عام فہم زبان میں بنیادی باتیں طلباء کو سمجھائیں۔ محترم چوہدری عبدالحمید صاحب نے امام مہدی کے تصور اور اس کے متعلق پیشگوئیاں اور نشانیاں بیان کیں۔ اسی طرح محترم راجہ محمد بیدار صاحب نے نماز کی اہمیت اور مختلف مسائل پر روشنی ڈالی۔

گذشتہ سال کی طرح مجدد اعظم جلد اول میں سے دعویٰ مسیحیت سے لے کر سفر لاہور تک کے دور کے بارے میں اور پھر روزانہ تقاریر کے مضامین کو بچوں کے ذہنوں میں محفوظ رکھنے کی غرض سے طلباء اور طالبات کو سوالات کی شکل میں ہوم ورک دیا گیا۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ مجدد اعظم جلد اول میں سے مختص حصہ اور اس سے متعلق سوالات تاخیر سے طلباء کو دیئے گئے لیکن اس کے باوجود اکثر طلباء نے تمام سوالات کے جوابات مکمل کر کے دیئے۔ بعض کے جوابات بڑی محنت اور مطالعہ کے بعد لکھے گئے جن کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد صاحب نے کچھ عرصہ ہوا دو خطبات دیئے۔ ان خطبات پر محترم بشارت احمد بقا صاحب نے دو مقالات میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان خطبات میں سے ایک خطبہ کی سرخی یہ تھی "پیغامیوں کے جھگڑوں سے جماعت کو نقصان پہنچا ہے ان کی طرف توجہ نہ دیں"۔ ان کے علاوہ "ذریت مبشرہ" کے موضوع پر یعنی یہ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ساری اولاد پیشگوئی کے مطابق پیدا ہوئی اور پاکیزہ ہے، محترم بقا صاحب نے اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی۔ ہماری کوشش ہے کہ یہ مقالات اور کورس کے دوران دوسری تقاریر میں سے اہم موضوعات کو تدوین کر کے شائع کیا جائے اور شرکاء کورس کے علاوہ احباب جماعت کو بھی ارسال کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سلسلہ کے اہم مسائل کے بارے میں جان

سکیں۔

تحریک احمدیت اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ مسیحیت کے حوالہ سے ایک اہم بات کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ انگلستان کے عیسائی مذہبی حلقوں میں عقائد کے لحاظ سے انقلابی فکری تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ جس کی کچھ جھلک ہمیں ڈرہم، انگلستان کے پادری ڈیوڈ جینکنز کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے جو انہوں نے گذشتہ سال دیا تھا "کہ جہنم کے متعلق یہ تصور سراسر ظلم پر مبنی ہے کہ وہ دائمی ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نازل ہونا بھی ممکن نہیں"۔ (جنگ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۹۳)۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسر صلیب کے آثار اب زیادہ نمایاں ہو رہے ہیں اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ مسیحیت کی سچائی پر خود عیسائی حلقے مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ سنہ ۵۰ کی دہائی میں تو عیسائی مفکرین نے Honest to God جیسی کتب لکھ کر یہ کہنا شروع کیا تھا کہ جدید سائنس کی روشنی میں ہمیں آسمان، زمین اور موت کے بعد کی زندگی اور دیگر مذہبی اصطلاحات کی تشریح کو نئے الفاظ اور انداز میں کرنا ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں عیسائی معتقدات کو اس رنگ میں پیش کرنا ہو گا جن کو تعلیم یافتہ لوگ سمجھ سکیں۔ لیکن اب بعض معتقدات کے متعلق واضح طور پر عیسائی حلقے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ علم اور جدید تحقیق کی روشنی میں غلط نظر آتی ہیں۔

اسی طرح ایک ہزار سال سے زائد عرصہ ہوا Josaphet and Barlaam کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کا ذکر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ، ص ۹ پر بھی کیا ہے۔ اس کتاب میں روحانی اسرار و رموز، تجربات اور کیفیات کو تمثیلات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان تمثیلات کو شیکسپیر سے لے کر امام غزالی تک نے روحانی کیفیات کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا۔ اس کتاب کے بارے میں اب تک یہی کہا جاتا رہا کہ اس میں بیان کردہ نصائح اور تمثیلات حضرت بدھ کی ہیں۔ گو خواجہ نذیر احمد صاحب مصنف جیسز ان ہیون آن ارتھ اور دیگر محققین نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اس کی طرز خطابت اور تمثیلات کا انداز بیان حضرت بدھ سے زیادہ حضرت عیسیٰ سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن حال ہی میں ایک کتاب "مقام مسیح" شائع ہوئی ہے جس میں تاریخ، انجیل اور قرآن مجید کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ کتاب دراصل حضرت مسیحؑ کے ہی ان الہامی مواعظ اور تمثیلات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے صلیب سے بچ جانے کے بعد لوگوں کو سنائیں۔ مصنف نے اس کو "مسیحؑ کی ہندی انجیل" کا نام دیا ہے۔ اس باب کو پڑھنے کے بعد وہ خلا پر ہو جاتا ہے کہ مسیح کی صلیب کے بعد کی ۱۲۰ سال تک کی زندگی میں خدا کی وحی جو نازل ہوتی رہی تو اس کا کچھ تو نشان ملنا چاہیئے۔ غرضیکہ کسر صلیب سے متعلق تحریک احمدیت کی کاوشیں بار آور ہو رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے کام کو زیادہ لگن سے اور منظم طریق پر آگے بڑھائیں اور ان نئی فکری تبدیلیوں اور علمی تحقیق کا علم حاصل کریں جو مغربی دنیا میں رونما ہو رہی ہیں تاکہ ہم مغرب سے طلوع اسلام کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے نئی منصوبہ بندی کر سکیں۔

میں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر تفصیل سے آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتا لیکن جب گذشتہ رات میں طلباء اور طالبات کے تحریری جوابات کو چیک کر رہا تھا تو بعض سوالوں کے جوابات اتنے عمدہ تھے کہ جی چاہا کہ اپنے خیالات کی بجائے ان جوابات کو آپ کو سناؤں تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ آپ کی نئی نسل تحریک کے مسائل کو کس حد تک سمجھ رہی ہے اور ان میں بیان کرنے کی کتنی اہلیت ہے۔

اب چند سوالات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :- ندوہ میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت فصیح و بلیغ لیکچر دیا جس نے پبلک کو مسحور کر دیا۔ لیکچر کے اختتام پر واپسی کیلئے وہاں کے ایک رئیس نے خواجہ صاحب کے لئے ایک فٹن کا انتظام کیا۔ راستہ میں خواجہ صاحب اور رئیس کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ بیان کریں؟

جواب :- از سارہ احمد صاحبہ، لاہور

حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد مولانا نور الدینؒ صاحب کی خلافت میں حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی۔ خواجہ صاحب نے سیرت نبی اکرمؐ پر ایک بہت خوبصورت تقریر کی جس نے سننے والوں کو مسحور کر دیا۔ مولانا شبلی تو بہت بڑے دل کے آدمی تھے اور انہی کے کہنے پر خواجہ صاحب تقریر کے لئے ندوہ تشریف لے گئے تھے لیکن دیگر مولوی صاحبان بہت تنگ دل تھے۔ ابھی خواجہ صاحب تقریر کے درمیان میں تھے تو ایک مولوی پیچھے سے کرسی پر چڑھ گیا اور اپنی تقریر شروع کر دی۔ لوگوں نے کہا یہ کیا بد تمیزی ہے۔ تو اس نے کہا کہ مرزائی لوگوں کی بات سنا کفر ہے۔ لوگوں نے کہا لیکن اس وقت تو وہ حضرت محمدؐ کی سیرت ایسے عجیب انداز سے سنا رہا ہے جو ہم نے مولویوں سے کبھی نہیں سنی۔ مولوی نے کہا کہ ان کی یہ بات بھی سنا کفر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر کوئی عیسائی حضور اکرمؐ کی تعریف میں کچھ کہہ دے تو تم اسے سند بنا کر لئے پھرتے ہو۔ یہ لوگ تو پھر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مولوی نے کہا کہ ان لوگوں کے کفر۔ یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی بڑھ کر ہے۔ لوگوں نے خواجہ صاحب سے کہا کہ آپ باہر دالان میں چلیں ہم وہاں پر آپ کی تقریر سنیں گے۔ جب تقریر ختم ہو گئی تو ایک بزرگ صورت رئیس آئے وہ خواجہ صاحب کی تقریر سے بہت متاثر تھے انہوں نے کہا آپ چلیں۔ میں آپ کو فٹن میں گھر پہنچا دوں۔ راستہ میں انہوں نے خواجہ صاحب کی تقریر کی تعریف کی۔ پھر پوچھا کہ ایک بات بتائیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب قرآن مجید پر ایمان رکھتے تھے؟ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ بالکل وہ الحمد سے لے کر والناس تک پر ایمان رکھتے تھے۔ البتہ آپ کے مولوی حضرات قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس پر وہ بزرگ چونک پڑے اور پوچھا وہ کیسے؟ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ وہ تو قرآن مجید کی ۵۰۰ آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت مرزا صاحب قرآن مجید کے ایک ایک لفظ کو خدا کی طرف سے اور قابل عمل سمجھتے ہیں۔ اس پر رئیس صاحب بہت خوش ہوئے اور کہا اب بات سمجھ میں آ گئی۔ اللہ اللہ یہ مولوی بھی کیسی غلط باتیں پھیلاتے ہیں۔

سوال:- دجال کی سواری کی تفصیلات اور موجودہ دور کی تیز رفتار ذرائع آمدورفت پر تبصرہ کریں؟

جواب:- از سارہ احمد صاحبہ، لاہور۔

دجال کی سواری کے بارے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کہا ہے کہ وہ ریل ہے۔ احادیث میں درج تفصیلات کے مطابق انجن کی سیٹی گدھے کی آواز سے مشابہ ہے اور اس کے دونوں کانوں یعنی انجن ڈرائیور اور گارڈ کے درمیان کا فاصلہ عام طور پر ستر باع کا ہوا ہے۔ اس کی رفتار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ زمین کو لپیٹتی جائے گی اور اس طرح چلے گی جیسے ہوا بادل کو اڑائے لے جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے سامنے بادل کا پہاڑ ہو گا۔ اسے آگ اور پانی کی معیت حاصل ہو گی۔ آجکل کی ریل اور اس کی برق رفتاری کا یہی عالم ہے۔ سواری کے ساتھ روٹیوں کا چلنا ریل کے ساتھ ریسٹورنٹ کے چلنے کا نقشہ ہے اور یہ کہ وہ تجارت کے لئے استعمال ہو گی اور لوگوں ک اس کی طرف بلایا جائے گا یہ سب ریلوے سٹیشن کا نقشہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ٹخنوں تک پانی میں چلے گی جو کہ بالکل آبدوز کا نقشہ ہے۔ دجال کی سواری کے بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ اس کی آواز بادلوں کی گڑگڑاہٹ کی طرح ہو گی۔ یہ تمام نشانات آج کل کی جدید ذرائع آمدورفت پر پوری اترتی ہیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب ان چیزوں کا کوئی تصور بھی نہ تھا اس سے بہتر نقشہ نہیں کھینچا جا سکتا تھا۔

سوال:- تشبیہ اور استعارہ میں فرق کی تشریح اور مثالیں دیں؟

جواب:- از عاصمہ ریاض صاحبہ، لاہور۔

تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ دو اشیاء یا اشخاص کے درمیان کسی مشترک بات یا خوبی کو بیان کرنے کے لئے مماثلت ظاہر کی جائے مثلاً اگر کسی شخص کی بہادری کی تشبیہ دینی ہو تو کہیں گے کہ "وہ شخص تو شیر کی طرح بہادر ہے" یا اگر خوبصورتی کی تشبیہ دینی ہو تو کہیں گے کہ "فلاں شخص کا چہرہ تو چاند کی طرح ہے"۔

استعارہ، تشبیہ یا مماثلت کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ "فلاں شخص شیر ہے" یا یوں کہیں کہ "اس شخص کا چہرہ چاند ہے"۔

تشبیہ اور استعارہ میں یہ فرق ہے کہ تشبیہ صرف مماثلت کو ظاہر کرتی ہے اور استعارہ مماثلت کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب کی بھی اگر تشبیہ دی جائے تو کہیں گے کہ حضرت مرزا صاحب حضرت عیسیٰ کے مثیل ہیں۔ اور یہ جو احادیث میں آیا ہے کہ تم میں مسیح ابن مریم آئے گا۔ تو یہ استعارہ ہے اور یہاں مسیح ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ کا مثیل ہونا ہی ہے۔

سوال :- سید اشہد الدین صاحب کون تھے اور جب انہوں نے امریکہ میں تبلیغ اسلام کے لئے استخارہ کیا تو ان کو کیا بتایا گیا؟

جواب :- از سارہ احمد صاحبہ، لاہور۔

یہ بات رسول کریمؐ نے خواب میں سید اشہد الدین صاحب کو بتائی جو سندھ میں ایک جگہ ہالہ میں رہتے تھے اور جھنڈے والے پیر کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے مرید عبداللہ عرب صاحب ان کے پاس آتے اور انہیں کہا کہ وہ امریکہ میں اشاعت اسلام کے بارے میں استخارہ کریں۔ یہ بات انہوں نے اس لئے کہی کہ انہوں نے لوگوں سے چندہ جمع کر کے اور اپنا ذاتی ۱۶ ہزار روپیہ الیگزینڈر رسل ویب صاحب کو امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے دیا تھا۔ ویب صاحب نے اسلامک ورلڈ کے نام سے رسالہ نکالا لیکن چندہ کی کمی کی وجہ سے وہ بند ہو گیا۔ عبداللہ عرب صاحب اب پریشانی کی حالت میں اُپنے پیر صاحب کے پاس آئے تھے۔ سید اشہد الدین صاحب نے پہلی دفعہ استخارہ کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت مرزا صاحب کے تصرفات کی وجہ سے امریکہ میں اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے۔ دوسری دفعہ استخارہ کرنے پر انہیں نبی اکرمؐ نے خواب میں بتایا کہ اس زمانہ میں میرا نائب مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جس طرح وہ بتائیں اسی طرح کریں۔

سید اشہد الدین صاحب نے اس سے پہلے حضرت مرزا کا نام بھی نہ سنا تھا۔ جب دو دفعہ انہیں یہ بتایا گیا تو انہوں نے قادیان جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ان کے مریدوں نے انہیں مشورہ دیا کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب پر فتویٰ کفر لگا ہے اس لئے ان کا وہاں جانا مناسب نہ ہو گا۔ چنانچہ ان کی جگہ ان کے خلیفہ عبداللہ عرب صاحب قادیان گئے۔

سوال :- کیا حضرت مرزا صاحب نے مصلح موعود والی پیشگوئی کبھی بھی مرزا محمود احمد صاحب پر چسپاں کی؟

جواب :- از حلیمہ سعید صاحبہ، راولپنڈی۔

نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے مصلح موعود والی پیشگوئی کبھی بھی مرزا محمود احمد صاحب پر چسپاں نہیں کی۔

جب مرزا محمود احمد صاحب پیدا ہوئے تو حضرت مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں بتا دیا کہ یہ نام صرف ایک اچھے شگون کے طور پر رکھا جا رہا ہے اس سے مصلح موعود کی پیشگوئی کا تعلق نہیں۔

اس کے علاوہ کتاب حجتہ اللہ صفحہ ۱۰ پر حضرت مرزا صاحب نے واضح طور پر بتا دیا کہ آپ نے مصلح موعود کی تخصیص نہیں کی اور آپ نے اعتراض کرنے والوں کو چیلنج کیا کہ وہ اس بارے میں آپ کی کوئی تحریر یا اشتہار لا کر دکھائیں۔ آپ نے فرمایا :-

"اس بارے میں اگر کسی کے پاس میرا کوئی الہام موجود ہے تو پھر اس پر لعنت ہے اگر وہ اسے شائع نہ کرے"۔

یہ کتاب ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اور مرزا محمود احمد صاحب ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ غرض حضرت مرزا صاحب نے یہ پیشگوئی مرزا محمود احمد صاحب پر کبھی بھی چسپاں نہیں کی۔

اس بات کا مزید ثبوت یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۰۷ء میں مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات کے بعد الہام کے ذریعے حضرت مرزا صاحب کو مصلح موعود کے بارے میں دوبارہ بتایا گیا یعنی مصلح موعود اس وقت تک پیدا

نہیں ہوا تھا لہذا مرزا محمود احمد صاحب مصلح موعود نہیں ہو سکتے۔

سوال :- خلق قرآن سے کیا مراد ہے؟

جواب :- از حلیمہ سعید صاحبہ، راولپنڈی۔

خلق قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے لفظ بہ لفظ نازل نہیں ہوا بلکہ صرف اس کا مفہوم حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ حضور اکرمؐ پر نازل کیا گیا اور پھر آنحضرتؐ نے اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔

ایک زمانہ میں اس پر اجماع امت بھی ہوا۔ علامہ محمد اقبال اور سر سید بھی اس عقیدے کے قائل تھے مگر یہ کسی صورت صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید خود اس کے خلاف گواہی دیتا ہے۔ آیت کریمہ ہے :-

انا نحن نزلنا الزکر وانا لہ لحافظون

(ترجمہ) ہم نے خود اس ذکر کو نازل کیا اور ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔

اس طرح خلق قرآن کا عقیدہ غلط ثابت ہو گیا۔

مجھے امید ہے کہ ان چند جوابات سے آپ نے بھی اندازہ لگا لیا ہو گا کہ طلباء اور طالبات نے کس حد تک اس کورس سے فائدہ اٹھایا ہے۔

آخر میں میں آپ سب احباب کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے شرکت کر کے آج کی اس تقریب کو رونق بخشی اور نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

اس مرتبہ تحریری اور زبانی امتحانات کے نتائج یہ رہے :-

سینئر گروپ طلباء :

طیب انوار احمد، لاہور ____ اول

عبید اللہ سعید، ایبٹ آباد ____ دوم

عثمان احمد، اوکاڑہ ____ سوم

جماعت پشاور کا گروپ تربیتی کورس شیلڈ 94

سینئر گروپ طالبات :-

سارہ احمد، لاہور ____ اول

عاصمہ ریاض، لاہور ____ دوم

حلیمہ سعید، راولپنڈی ____ سوم

جونیئر گروپ طلباء :-

قدوس انوار احمد، لاہور ____ اول

مدثر عزیز، کھچی ____ دوم

آفتاب احمد، پشاور ____ سوم

جونیئر گروپ طالبات :-

رملہ ناصر، لاہور ____ اول

جمیلہ سلام، لاہور ____ دوم

انیقہ رحمان، لاہور ____ سوم

ان کے علاوہ -/100 روپے کے خصوصی انعامات کھچی ہزارہ کے یاسر عزیز اور سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ کے وقاص احمد کو دے گئے جو قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ اور اس کورس میں بھی شریک ہوتے۔